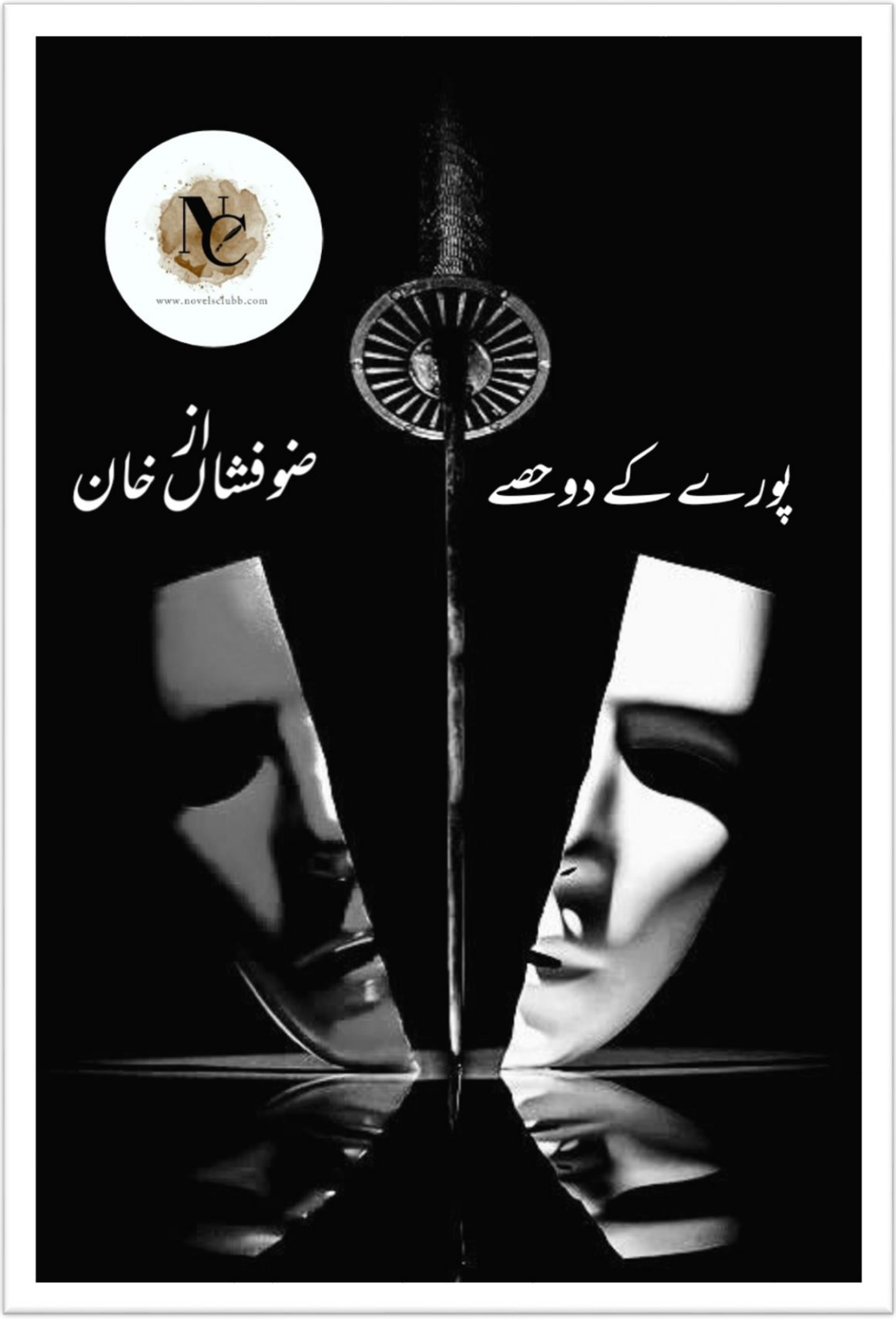
www.novelsclubb.com
پورے کے دو حصے
از
ضوفشاں خان

السلام علیکم!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

پورے کے دو حصے از ضوفشاں خان

EP#4

ٹیکسی ایک کافی شاپ کے باہر آکر رکتی ہے۔

موسم ابر آلود تھا۔اور بارش جم کر برس رہی تھی۔ سکرین پر موجودہ پتہ تو اسی کافی شاپ کا تھا۔ مطمئن ہونے کے بعد اس نے گہرہ سانس لیا اور پھر آنکھوں سے بہتے سیال کو صاف کرتے نم ہوتے گال رگڑے۔ ٹیکسی ڈرائیور نے اس لڑکی کو دیکھا۔جو اسے کرایا دیتی ٹیکسی سے نکلی اور پھر سامنے کیفے میں چلی گئی۔

"جانے کیا مسئلہ تھا بیچاری کے ساتھ۔"سوچتے اسنے ایک نگاہ پھر سے کافی شاپ کے دروازے پر ڈالی اور پھر ٹیکسی سٹارٹ کر دی۔

باہر کے مقابلے میں اندر ایک سکون تھا۔ بسکٹ اور کیکس کی خوشبو نے جیسے شل ہوتے دماغ کو سکون پہنچایا۔ نیلی جینز کے ساتھ سفید رنگ کا پاؤں تک جاتا اوور کوٹ پہنے وہ لڑکی اب کسی کو تلاش رہی تھی۔ کچھ ہی سیکنڈ میں اسے مطلوبہ شخص کونے کی ایک ٹیبل پر بیٹھا نظر آ گیا تھا۔ جو ہونٹ بھینچے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

ماہم خود کو تیار کیا۔ اس شخص کی نظروں کے لیے۔ اسکے سوالوں کے لیے اور۔۔ معذرت کے لیے۔

"حو۔۔ مایل۔۔" وہ اٹک اٹک کر بولی۔

ان دونوں کے بیچ ٹیبل کا فاصلہ تھا۔ جہاں وہ دونوں تھے۔ وہ جگہ آس پاس سے ہٹ کر اور ایک کونے میں تھی۔ انکی باتیں کوئی نہیں سن سکتا تھا اور نہ ہی ماہم کو دیکھ سکتا تھا۔ اسکی باقی لوگوں کی طرف پیٹھ تھی۔ حو مایل نے پاس پڑا پانی کا گلاس اسے تھمایا۔

"ٹھیک ہے ماہم کوئی بات نہیں۔ پر سکون ہو جاؤ۔ اور ایک ایک بات مجھے بتاؤ۔ کیا ہوا تھا؟" بغور اسکا چہرہ دیکھتے وہ اسے تسلی دیتا بولا۔ جواب ہچکیوں میں پانی بھی نہیں پی پا رہی تھی۔

"وہ میرے گھر۔۔۔میرے ساتھ جا رہا تھا۔۔مگر راستے میں ٹیکسی والے کو پیسے دے کر ہم رکشہ میں جانے والے تھے۔۔اور۔۔۔پتا نہیں اچانک وہ۔۔غائب ہو گیا۔میں نے بہت ڈھونڈا اسے۔۔مجھے معاف کر دو۔"وہ پھر سے رو دی تھی۔کل سے اب تک وہ معذرت کیے جا رہی تھی۔جیسے سب کی وجہ وہ ہو۔

"ٹیکسی سے کیوں اترے۔۔اور رکشے میں کیوں جا رہے تھے؟"حومائل کو سمجھ نہ آئی۔

"کیوں کہ ٹیکسی والے نے زیادہ پیسے لینے تھے۔اس لیے میں نے سوچا کہ۔۔"وہ خاموش ہو گئی۔جبکہ حومائل بس سر ہلا گیا۔اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

"حومایل انکل آنٹی کو کیسے فیس کروں گی میں۔وہ امانت تھا ناں۔۔وہ کیا کہیں گے۔۔" اندیشے سانپ کی طرح اسکے دل میں کنڈلی مار کر بیٹھ گئے تھے۔مگر وہ نہیں جانتی تھی کہ اصل جواب تو حومایل کو دینا تھا۔وہ کیسے سامنا کرے گا مائدہ کا۔۔؟؟

"ڈونٹ وری میں نے انہیں کچھ نہیں بتایا ہے۔"وہ کچھ اور بھی کہہ رہا تھا مگر ماہم کے الفاظ پر یک دم ٹھٹھکا۔

"وہ میں نے تم سے پہلے ہی انہیں کال کر کے بتا دیا تھا۔ تمہارا فون بند جا رہا تھا۔اس لیے میں نے سلجوق انکل کو کال کر دی۔"اور حومایل کا دل سر پیٹنے کو چاہا تھا۔آخر لڑکیاں اتنی جزباتی کیوں ہوتی ہیں۔اسنے سوچا تھا وہ اسے ڈھونڈ نکالے گا تب ہی ڈیڈ یا آنی کو بتائے گا۔اور ویسے بھی وہ انہیں ابھی پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"ماہم تم کیسے کر سکتی ہو یہ ؟"ماہم نے شرمندگی سے سر جھکا دیا۔جبکہ حومایل اب آگے کا پلین سوچنے لگا

"ٹھیک ہے اگر تو تم انہیں بتا چکی ہو تو وہ کل یا پرسوں پاکستان پہنچ جائیں گے۔کیوں کہ تم تقی کے ساتھ تھی تو تمہاری جان کو بھی خطرہ ہو سکتا ہے اس لیے تم میرے ساتھ میرے گھر پر رہو گی۔"وہ اسے ساری بات سمجھاتا اب فون آن کرتا جانے کیا کر رہا تھا۔جبکہ ماہم نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔

www.novelsclubb.com

"میں کہاں رہوں گی؟"اسے سمجھ نہ آیا۔وہ اکیلے کیسے حومایل کے ساتھ رہ سکتی تھی۔سکرین سے نظریں ہٹاتے اسنے ماہم. کو دیکھا۔

"مام ڈیڈ بھی آجائیں گے۔اور کوئی اور بھی ہے جو ہمارے ساتھ ہو گا۔ڈونٹ وری۔" وہ اسکے خدشات سمجھ گیا تھا اسی لیے صفائی دیتا بولا۔وہ ماہم کو ساری بات نہیں بتا سکتا تھا۔ تقی آلریڈی غائب تھا اور اب وہ اسکے حوالے سے کوئی رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔

.....

" تھینکس گاڈ کارن فلیکس موجود ہیں۔میرا اتنا دل چاہ رہا تھا کھانے کو۔"

گل پروانہ نے کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے اشتیاق سے کہا تھا۔گلے کو خبر مل چکی تھی اسکے کتوں کے ڈھیرے پر حاضری دینے کی جسکی بابت وہ سخت ناخوش تھیں۔مگر پوتی کے یوں مان بھرے انداز پر انہیں بے پناہ لاڈ آیا تھا۔اور وہ یوں بھی اس سے غصہ نہیں ہو سکتی تھیں۔اتنے سالوں بعد تو وہ آئی تھی۔خان بابا نے اسے مسکراہٹ سے دیکھتے ناشتہ شروع کرنے کا اشارہ دیا تھا۔اسنے باؤل میں کارن فلیکس انڈیلتے اور پھر دودھ ڈالتے گلے کو دیکھا۔

"گلے گھر میں انسٹینٹ نوڈلز ہیں؟ میں لنچ میں اپنے لیے بنا سکتی ہوں؟ میرا بہت دل چاہ رہا ہے۔" وہ انکی جانب دیکھے بنا استفہامیہ انداز میں پوچھ رہی تھی۔ اسکا موڈ لافی خوشگوار لگتا تھا۔

"معلوم نہیں۔ نہ بھی ہوئے تو میں منگوا دوں گی۔ تم مجھے بتا دینا جو بھی چاہیے ہو گا۔"

"ٹھیک ہے مگر بناؤں گی میں خود۔ میں بہت اچھے نوڈلز بناتی ہوں۔ نہ زیادہ نرم نہ ہی زیادہ سخت۔ ایک دم پرفیکٹ۔" وہ لاپروائی سے بولی۔ سائکل خان پاس کچن میں کھڑا سب بخوبی سن رہا تھا۔ اسے جانے کیوں مگر خان کی مہمان بہت اچھی لگی تھی یا یوں کہا جائے کہ اسے اس گھر کی چھوٹی مالکن بہت انٹرسٹنگ لگی تھی۔

"ویسے گروسری میں نوڈلز اور پاستا وغیرہ سائکل خان لاتا تو ہے۔ ہمیں تو یہ الا بلا نہیں پسند مگر حوا میل بچے کا کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ کب چلا آئے اور اسے رات بے رات بھوک بھی لگ جایا کرتی ہے۔ تو ایسی چیزیں وہ خود بنا لیا کرتا ہے ناں۔" گلے اپنی مکھن والی روٹی کو دودھ میں بھگو کر کھاتے اپنے ہی دھیان میں بولتی چلی گئی تھیں۔ پھر یک دم انکا ہاتھ رکا۔ اور

انہوں نے شاکی نظروں سے پروانہ کو دیکھا۔جو کارن فلیکس سے بھری چمچ واپس باؤل میں رکھ چکی تھی۔

"حومایل مصطفی۔"پل کے ہزارویں حصے میں ماضی کی ہر بات زہن میں تازہ ہو گئی۔خان بابااور گلے دونوں ہی خوفزدہ تھے..جانے وہ کیساری ایکٹ کرے۔

"انہوں!کیاوہ کیڑااب بھی یہاں آتاہے؟"سوالیہ نظروں سے دونوں کو دیکھتے اسکے لہجے میں طنز تھا۔پوتی کے نارمل لہجے پر دونوں نے سکھ کا سانس لیا۔

"ہاں!اسکی جاب ہی ایسی ہے۔کوئی ایک ٹھکانہ نہیں اسکا۔"خان بابا کے جواب پر وہ پوچھنا چاہتی تھی"کون سی جاب؟"یا یہ کہ "اس کیڑے کو کون جاب پر رکھ سکتاہے؟"مگر خود ہی چپ ہو گئ۔اسے مزید اس ٹاپک پر بحث نہیں چھیڑنی تھی۔بمشکل خود کو سنبھالتی وہ ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی۔

www.novelsclubb.com

"بھوک مر چکی تھی۔کچھ دیر پہلے کے کارن فلیکس کا مزہ منہ میں ہی ختم ہو گیا تھا۔"

.....

جہاز اڑان بھر رہا تھا۔ سلجوق سر سیٹ کی پشت سے لگائے آنکھیں موندے ضبط سے بیٹھا تھا۔ تقی کے ولا گزد یکھتے دیکھتے وہ تھک چکا تھا۔اب اسے اپنے بیٹے سے ملنا تھا۔اسے گلے لگانا تھا۔وہ بہت چھوٹا تھااور لاڈلا بھی۔۔وہ جانے کیسے سب سہہ رہا ہو گا۔جانے کس حال میں ہو گا۔زندہ بھی ہو گا یا نہیں۔۔ہزاروں سوچیں اس وقت ہتھوڑے کی طرح اسکے دماغ پر برس رہی تھیں۔

"اوہ کام ان ڈیڈ میں میر تقی میر ہوں۔مجھے ڈاکٹر نہیں پائلٹ بننا ہے۔" تقی کی شرارت بھری آواز کانوں سے ٹکراتی محسوس ہوئی۔

He and his infinite dreams

سلجوق بڑبڑایا۔اور پھر دل میں اسکی سلامتی کی دعا کی۔ساتھ بیٹھی مائدہ سلجوق کے مقابلے میں مضبوط اعصاب کی مالک تھی۔مگر اس وقت وہ دونوں ایک الگ سچویشن سے گزر رہے تھے۔مائدہ کے لیے یہ دہرا اٹرامہ تھا۔پندرہ سال بعد جہاز میں بیٹھنا۔۔بہت کچھ چھن جانے کا درد اسکی آنکھوں میں جاگا تھا۔ٹوٹے خوابوں کی کرچیاں دل کو زخمی کرنے لگی تھیں۔گلا کھنکھارتے اسنے اندر بیٹھے زخم کو چھپانا چاہا۔وہ رونا نہیں چاہتی تھی۔

"بادلوں کو چیرتے ہوئے انسان۔۔۔میں بھی کبھی ان ہواؤں میں بسیرا کرتی تھی۔"

سلجوق نے اسے کہتے سنا تھا۔

دونوں ہی کہیں ماضی میں کھو گئے تھے۔

ماضی۔۔۔۔۔

جہاز کے پہیوں نے زمین کو چھوا تھا۔رن وے پر چھایا سکوت اور جہاز کی ہوا کو چیرتی ہوئ آواز۔پہیے اب رن پر اپنی سپیڈ آہستہ آہستہ سلو کر رہے تھے۔اور پھر کچھ ثانیے میں جہاز رک چکا تھا۔جنگی طیارے پر بنا سبز ہلالی پرچم خود پر نازاں تھا۔آج تین گھنٹے سے لگاتار وہ پریکٹس کر رہی تھی،سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے وہ اب سانس بحال کرتی یک دم کھانس پڑی۔جانے پریشر یا آکسیجن کی کمی۔مگر اسے نارمل ہونے میں وقت لگا تھا۔

جہاز سے اترتے ہی یخ ہوا نے اسکا استقبال کیا۔

ہیلمٹ کو ایک جانب بازوں کے نیچے دبائے اسنے کھلی فضا میں سانس لیا تھا۔کنپٹی سے بھی ہوئ پسینے کی لکیر صاف کرتے اسنے چندھیاتی آنکھوں سے دور سے آتے اس آفیسر کو

دیکھا۔وہ یقیناً مشارق تھا۔وہ زیر لب مسکرائی۔اور پھر دھیرے دھیرے قدم اسی کے جانب موڑ دیے۔

"کیپٹن مائدہ۔ناچیز کو آپ کے کچھ پل درکار تھے۔اور ان کچھ پل کے لیے تین گھنٹے سے انتظار میں ہوں۔" وہ اپنی ازلی شوخی کے ساتھ دور سے بھاگتا ہوا بولا تھا۔وہ ہنس دی۔اور پھر وہ قریب آیا تو ہمیشہ کی طرح پہلا وار اسکے پونی میں قید بالوں پر کیا تھا۔پونی کو کھینچ کر اسکے بالوں کو آزاد کرتے وہ اسے شوخ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"کیا وجہ تھی جو ناچیز نے اتنا وقت انتظار کیا؟" آبرو اٹھا کر مصنوعی سنجیدگی سے پوچھا گیا۔یا شاید اسکی شوخ نظروں سے بچنے کے لیے بات چھیڑنی چاہی۔مشارق نے بھرپور نگاہ نیلی وردی میں کھڑی اس لڑکی پر ڈالی۔وہ ازل سے اسکی محبت تھی۔اور محبت تو بس ایک ہی بار ہوتی ہے۔اب تو وقت اس محبت کو تسخیر کرنے کا تھا۔

www.novelsclubb.com

"کچھ خاص نہیں۔" وہ جیسے ٹال گیا۔کیپٹن مائدہ عرف بیا نے اسے دیکھا۔

"پھر بھی؟" تجسس ابھرا۔

"ایسے ہی عام سی بات ہے۔ چھوڑو۔" سسپنس پھیلا کر جیسے سائڈ پر ہونا چاہا۔ ساتھ ساتھ چلتے وہ دونوں اب کینٹین کی جانب چل پڑے تھے۔

"عام سی ہی صحیح۔ بتاؤ۔" وہ بضد رہی۔

مشارق رکا۔ اور مائدہ کا بھی اگلا قدم تھم گیا۔ مائدہ نے سوالیہ نظروں سے مشارق کو دیکھا۔ وہ دوبارہ چلنے لگا۔ اور مائدہ کے بھی قدم ساتھ ہو لیے۔

"مام چاہ رہی ہیں کہ میں شادی کر لوں۔ تو میں نے ان سے کہا ہے کہ میں پہلے مائدہ سے تو پوچھ لوں۔" اسنے عام سے لہجے میں بتایا۔ مائدہ نے اسے دیکھا جو آس پاس دیکھ رہا تھا۔

"شادی تمہاری ہو رہی ہے یا میری؟" بھلا اس سے کیوں پوچھنا۔

"ہماری۔" یک حرفی جواب پر وہ اثبات میں سر ہلا گئی۔ پھر ٹھٹھکی۔ سینے پر ہاتھ رکھتے عجیب نظروں سے اسے دیکھا۔ جیسے اب سمجھی ہو۔ اور مشارق اس کے ری ایکشن پر قہقہہ لگا گیا۔ دور تک اسکی ہنسی نے خاموش رن وے میں شور برپا کیا تھا

"یہ کیا تھا مشارق؟"

"پروپوزل۔" اس سے پہلے وہ کچھ کہتی وہ اسکی بات کاٹتے شرارت سے بولا۔

وہ کیا شخص تھا؟مائدہ کا دل سر پیٹنے کو چاہا۔

"ایسے کون کرتا ہے بھلا؟" وہ منہ بگاڑ گئی۔نہ پھول۔نہ انگوٹھی نہ کوئی رومانٹک بات۔نہ کوئی دعوہ نہ وعدہ۔۔۔

"مجھ جیسے شریف لڑکے۔"ترکی باتر کی جواب آیا تھا۔

"شریف لڑکے سیدھا لڑکی کے گھر والوں سے بات کرتے ہیں۔"

"شریف کے ساتھ سمجھدار بھی ہوں۔سوچا انکار کر دیا تو دوسری کوئی دیکھ لوں گا۔ایوی انکل آنٹی کے سامنے بے عزتی نہ ہو جائے۔"اسکا اشارہ یقیناً مائدہ کے ماما بابا کی طرف تھا۔جبکہ مائدہ نے افسوس سے اس کی سمجھداری کو دیکھا تھا..

"میری طرف سے صاف انکار ہے۔"

www.novelsclubb.com

سر جھٹک کر کہا تو سنہرے بال شانوں سے آگے کو بکھر گئے۔

"مجھے معلوم تھا تم نہ کر ہی نہیں سکتی۔ تھینکس مائ لیڈی کل ماما بابا کو بھیجوں گا۔" سینے پر ہاتھ دھرے وہ جھک کر اسکا شکریہ ادا کرتا بولا تو مائدہ نے ہاتھ میں پکڑا ہیلمیٹ اسکے سر پر دے مارا۔

.....

آنکھیں نم تھی اور دل پر ایک بوجھ دھرا تھا۔اسنے مڑ کر سلجوق کو دیکھا۔جو اسکی بجائے کھڑکی سے باہر بادلوں کو دیکھ رہا تھا۔قسمت بھی کیسے کیسے موڑ دیکھاتی ہے۔اسنے کب سوچا تھا کہ وہ مشارق کی جگہ کسی اور کی ہو جائے گی۔اور کب سوچا تھا کہ وہ کوئی اور سلجوق خان ہو گا۔.

.....

پروانہ اس وقت حویلی کے پچھلے حصے میں موجود تھی۔جب سے حومایل کا ذکر آیا تھا اسے کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔یا یوں کہو کہ اسکے علاوہ کچھ لگ نہیں رہا تھا۔اسے وہ کیڑہ یاد آنے لگا۔کتنا وقت لگایا تھا۔اسنے حومایل مصطفیٰ کو بھولنے میں۔اور بس ایک نام لینے کی دیر تھی۔وہ تمام تر یادوں کے ساتھ اسکے دل میں آبسا تھا۔اسنے سائکل خان کو دیکھا۔جو گلے کے ساتھ مل کر کسی سبزی کے بھیج بو رہا تھا۔شام کا جامنی رنگ ہر طرف پھیلنے لگا تھا۔سفید کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھے وہ آسمان کو دیکھ رہی تھی۔بادل اور ڈوبتے سورج سے نظریں پھسل کر اس بچی پر آ رکیں۔جو ہل ہل کر اپنا سکول کا کام یاد کر رہی تھی۔گلابی

فراک زیب تن کیے سبز گھاس پر بیٹھی فلیز سائکل خان کی بھتیجی تھی۔اسکے بھائی نے اسپین میں ایک وہیں کی عورت سے شادی کرلی تھی مگر فلیز کے ہونے کے بعد اس عورت نے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ بچوں کی آیا نہیں بن سکتی۔اس لیے بچی کو کسی سنٹر بھیجنے کی بجائے سائکل خان نے اسے اپنے پاس رکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔جسے بخوشی قبول کرتے اسکے بھائی نے پیدائش کے دو ماہ بعد ہی فلیز کو پاکستان بھیج دیا تھا۔

اونچا اونچا نظم یاد کرتی وہ چڑ گئی تھی۔اسے یاد نہیں ہو رہا تھا۔

"بلبل تھا کوئی اداس بیٹھا۔" اسکی آواز کانوں سے ٹکرائی۔پروانہ نے اسے ہاتھ کے اشارے سے پاس بلایا تھا۔جسے دیکھتے وہ بھاگ کر اسکے پاس آن پہنچی۔

"ہوں میں ایک زرا سا کیڑا۔" وہ پروانہ کے سامنے کرسی پر بیٹھے یاد کرتے کرتے بولی تو اسے پڑھاتی وہ بھی ٹھٹھکی۔

www.novelsclubb.com

"تم کیڑے ہو۔ایک گندے۔" وہ اپنی ماں کی زبان سے نکلا زہر اب حومایل کے کانوں میں انڈیل رہی تھی۔سات سالہ حومایل چونک کر اسکی جانب مڑا۔مریل سا وہ اکثر بیمار

رہتا تھا۔ نکر میں سوکھی ہوئی سیاہ ٹانگیں اور کندھوں سے ڈھلکتی نیلی شرٹ۔ وہ عام بچوں کی بنسبت زیادہ ہی کمزور تھا۔ شاید ان حالات کی وجہ سے جن سے وہ گزر کر آیا تھا۔

"میں کیڑا نہیں ہوں۔ میں حومایل ہوں" کمزور سا احتجاج تھا۔ وہ اسے دھکا دیتی وہاں سے بھاگ گئی تھی۔ اسے اس لڑکے سے نفرت تھی۔ اسکے ماما بابا آج اسی کی وجہ سے الگ تھے۔ اور وہی تھا جس نے اسکی ماما سے اسکے بابا چھین لیے تھے۔

"فلیز سنو۔ تم یہاں حویلی میں ہی رہتی ہو ناں؟" اسکے سوال پر فلیز نے ناسمجھی سے اسے دیکھا پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تو ایک بات پوچھوں؟ کسی کو بتاؤ گی تو نہیں؟" جیسے تصدیق چاہی. فوراً. ننھے ہاتھ کو اسکے ہاتھ میں دیتے فلیز نے وعدہ کر ڈالا۔

"یہاں جو حومایل آتا ہے۔ اسے تم جانتی ہو؟" فلیز کی آنکھوں کی چمک پر پروانہ کو حیرت ہوئی۔

"وہ تو اتنے اچھے ہیں۔ میرے لیے ڈول ہاؤس بھی لائے تھے۔ وہ کہتے ہیں جب میں بڑی ہو جاؤں گی تو وہ مجھے میرے امی ابو سے ملانے لے کر جائیں گے۔" جوش میں اسکی آواز

کچھ زیادہ ہی اونچی ہو گئی تھی۔ گلے اور سائکل خان نے ان دنوں کو دیکھا۔ جس پر پروانہ نے اسے چپ رہنے کا اندیہ دیتے مسکراہٹ گلے کو اچھالی۔

"اوکے چھوڑو اس بات کو یہ بتاؤ فلیز نام کس نے رکھا تمہارا؟" وہ بات بدلتے بولی تو فلیز نے سبز آنکھوں کو گھماتے سوچا۔

"میری امی نے۔ یہ فیلیز ہے مگر یہاں سب فلیز ہی کہتے ہیں۔ فلیز کا مطلب ہوتا ہے خوشی۔ اور یہ اسپینش نام ہے۔" وہ جیسے رٹے رٹائے جملے بولنے لگی۔ شاید اس سے یہ سوال کئی بار کیا گیا تھا۔ جسکے باعث اسنے اتنا کچھ یاد کر رکھا تھا۔

"کیڑے کی چھوٹی سی ہوشیار کیڑی۔" فلیز کو دیکھتے پروانہ نے منہ چڑھا کر کہا تھا۔ مگر وہ اسکی بات نہیں سمجھی تھی۔ اسلیے دوبارہ اپنا سبق یاد کرنے لگی۔

www.novelsclubb.com

.....

آج کل اسکے ساتھ روز کچھ نیا ہونے لگا تھا۔ جیسے اسکی قسمت فرصت سے اسکے ساتھ کھیل کھیلنے کو بیٹھی تھی۔ مگر وہ بھی پروانہ تھی اگر جیتتی نہیں تھی تو قسمت کو بھی جیتنے نہیں دیتی تھی۔ وہ چھ گھنٹے بعد کا الارم لگا کر آج ایک بہترین نیند لینے کا سوچ رہی تھی۔ دن کے دو

بجے تھے۔جب وہ سونے لیٹی تھی۔ نیند کی وادیوں میں کھوئی وہ رنگ ٹون کی آواز پر جھنجھلائی۔پہلے پہل تو بجنے دیا۔ مگر دوسرا کوئی اسکی قسمت کے جیسا ہی تھا۔ڈھیٹ پن سے اسکا سکون برباد کرنے میں لگا تھا۔کوفت سے آنکھیں ملتے اسنے سکرین پر ان نان نمبر کو دیکھا۔

"بھونکیے۔" بڑی تمیز سے فون اٹھا کر کان سے لگاتے پوچھا گیا تھا۔دوسری جانب دشاب نے خشمگیں نظریں سکرین پر ڈالی۔وہ اس سے تمیز کی توقع کر بھی نہیں رہا تھا۔ مگر اتنی بے مروتی۔

"دشاب بول رہا ہوں۔" جیسے ضبط سے تعارف کروایا۔

"اچھا۔" نیند میں ڈوبی آواز میں وہ بس اتنا ہی بولی۔دشاب کو شک ہوا۔کیا اسنے اسے نہیں پہچانا تھا۔؟

www.novelsclubb.com

"تم ٹھیک ہو؟" تصدیق چاہی

"پینتیس سیکنڈ پہلے تو ٹھیک تھی۔بلکہ دو منٹ پہلے بلکل ٹھیک تھی۔پھر دشاب بولنے لگا۔" وہ فضول میں اسے تپانے لگی۔اٹھ کر کراؤن سے ٹیک لگاتے وہ اسے پہچان گئی تھی۔

"میرے پاس تمہاری فضول باتوں کو سننے کا وقت نہیں ہے۔کام کی بات کرنی ہے۔منہ دھو کر آؤ۔پھر کال کرنا مجھے۔" کہہ کر کھٹاک سے فون بند ہو گیا تھا،پروانہ نے بے یقینی سے سکرین کو تاریک ہوتا دیکھا۔اور پھر فون کو آف کرتے دوبارہ سونے لیٹ گئ۔سائیڈ ٹیبل پر پڑا فون بیپ کیا تو سکرین پر نوٹیفکیشن سے ہی اسنے میسج پڑا۔اور اسے پڑتے ہی اسنے دشاب کو کال کی تھی۔نیند بری طرح اڑ چکی تھی۔

"میں اسے ڈھونڈ لوں گی۔تم اپنا فوکس باقی سب پر رکھو۔" اسنے فقط اتنا ہی کہا تھا۔دوسری جانب جانے دشاب کیا کہہ رہا تھا۔جب اس نے پوچھا۔

"نام کیا ہے اسکا۔" کہتے ہوئے اسکی آواز دھیمی تھی۔

"میر تقی میر۔" دوسری جانب سے کہے گئے الفاظ پر اسنے فون رکھ دیا۔

www.novelsclubb.com

.....

وہ کل کراچی پہنچی تھی۔ماہم نے ہی اسے پک کیا تھا۔اس وقت وہ جس گھر میں موجود تھے۔وہ نہیں جانتی تھی اسکا مالک کون ہے۔شاید وہی لڑکی جو اسے لائ تھی۔یا شاید دشاب۔۔!اسے اسکے کمرے میں چھوڑ کر ماہم کچن کی جانب چلی گئ تھی۔یہ ایک

خوبصورت ڈیپارٹمنٹ تھا۔ جس میں دو رومز اوپر بنے تھے۔ جبکہ ایک روم نیچے تھا۔اسے ماہم کے ساتھ روم شئر کرنا تھا جسکا مطلب صاف تھا کہ باقی کے دونوں رومز پہلے ہی کسی کی ملکیت میں ہیں۔اور اس گھر میں وہ اور ماہم اکیلی نہیں ہیں۔

بیگ کو بیڈ پر کھولتے اسنے وائٹ ٹی شرٹ کے ساتھ بلیو پلازہ کا انتخاب کیا تھا۔اور پھر بیگ ایسے ہی کھلا چھوڑ کر شاور لینے چلی گئی۔

ماہم نے چائے کا کپ ٹرے میں رکھتے سیڑھیوں کو دیکھا۔اسے نئی مہمان عجیب لگی تھی۔وہ فیشن ایبل سی لڑکی اب تک اس سے ایک لفظ بھی نہیں بولی تھی۔سوائے ایک کپ چائے کے۔۔۔!

"حومایل تم کب آؤ گے ؟وہ لڑکی آچکی ہے۔اور بلاشبہ وہ ایک عجیب مخلوق ہے۔اسنے مجھ سے ایک. لفظ نہیں کہا۔بس میرا دیا بکے قبول کیا مگر جب میں اسے اپنا تعارف کروایا تو اسنے وہ بکے ڈسٹ بن میں پھینک دیا۔(بدلحاظ)اور اب بھی صرف اتنا کہا کہ (ایک کپ چائے ملے گی۔)"

میسج سینڈ کر کے اس نے جیسے دل کی بھڑاس نکالی اور پھر سیڑھیوں کا رخ کیا۔ کمرے میں پہنچ کر گہرا سانس لیا اور پھر دروازہ کھول دیا۔ مگر یہ کیا؟ وہ وہاں موجود نہیں تھی۔ اسکا بیگ کھلا ہوا بیڈ پر پڑا تھا۔ جس میں سے نکلا سامان پورے بیڈ پر بکھرا تھا۔ واشروم کا دروازہ کھلا تھا۔ جبکہ خالی گیلری اسے منہ چڑا رہی تھی،

"اب یہ کہاں چلی گئی؟" وہ ہکا بکا سی اسے تلاشتی باہر نکلی جبھی وہ اسے ساتھ والے روم میں نظر آئی۔ یقیناً وہ وہی تھی۔ وہ تیز قدموں سے حومایل کے کمرے کی جانب بڑھی۔

"تم یہاں ہو۔ میں تمہیں ہر جگہ ڈھونڈ لیا تھا۔" وہ جو کمرے میں لگی اس فیملی فوٹو کو دیکھ رہی تھی اسکی آواز پر چونک کر پیچھے مڑی۔

"یہ کون لوگ ہیں؟" اشارہ دیوار پر سجی فریم کی جانب تھا۔

"یہ حومایل ہے، ساتھ انکل. آنٹی اور تقی۔۔" وہ انجان سی اسے اپنی سمجھ کے مطابق بتانے لگی۔

"یہ سلجوق سر اور مس مائدہ کا بیٹا ہے؟" اسنے تقی کو بغور دیکھ کر پوچھا تھا۔ وہ کسی سے حد درجے مشابہت رکھتا تھا۔

"ہاں یہ ہی تو گم ہوا ہے۔" کہتے ہوئے اسکے لہجے میں اداسی گلی۔ چائے کا. کپ تھامتی گل پروانہ کو اسکی اداسی سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ اسے اس وقت تنہائی چاہیے تھی۔

"بسکٹ بھی ملیں گیں؟" اسنے چائے کا سپ لیتے نئ فرمائش کی۔ ماہم کھسیانی سی مسکرائ۔ وہ اس گھر میں خود کل رات ہی شفٹ ہوئی تھی۔ اور اسے اندازہ ہوا تھا کہ حومایل نے اب تک گروسری کا سامان نہیں لایا۔ بہت سا سامان غائب تھا۔

"نہیں۔ وہ تو نہیں ہیں۔" وہ بلاوجہ شرمندہ ہوئ، پروانہ نے دوسرا سپ بھرا،

"تو جا کر لے آؤ۔" عام سے لہجے میں حل دیا گیا تھا، ماہم نے صدمے سے اسے دیکھا، وہ نوکرانی نہیں تھی ان محترمہ کی۔

"شام میں حومایل کو کہہ دیتی ہوں۔ لیتا آئے گا۔" اپنی تہی سے جان چھڑانی چاہی۔ پروانہ نے اسے دیکھا، اور پھر خاموشی سے نکل گئ۔ ماہم نے عجیب نظروں سے اسے دیکھا جسکے تیور عجیب سے عجیب تر ہوتے جا رہے تھے۔ اسنے آج تک انکل آنٹی یا تقی کے منہ سے اس لڑکی کا ذکر نہیں سنا تھا۔ آخر کون تھی وہ؟

.....

"ڈیڈ پریشان نہیں ہوں میرے پاس ایک لنک ہے۔ جس سے ہم اسے ڈھونڈ سکتے ہیں۔"

اپارٹمنٹ کا مین ڈور کھولتے وہ اب ساتھ چلتے سلجوق اور مائدہ کو ساری سچویشن سے آگاہ کر رہا تھا۔ اسنے تقی کے شوز میں ایک ڈیوائس پہلے ہی لگا دی تھی۔ جو کہ حومایل کے لیپ ٹاپ سے کنیکٹ تھی۔ وہ اس کے ذریعے تقی کی لوکیشن ڈھونڈ سکتا تھا، مائدہ اور سلجوق اب کسی حد تک مطمئن تھے۔ انہیں حومایل پر یقین تھا مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ وقت انکے ساتھ ایک بار پھر کھیل کھیلنے والا ہے۔ اور اس وقت وہ جس دروازے سے اندر آئے تھے وہ ماضی کی چوکھٹ تھی۔

"سفید پاؤں تک چھوتی فراک کے ساتھ براؤن سکارف لیے وہ مائدہ تھی۔ جبکہ ساتھ ہی سوٹڈ بوٹڈ وہ شخص یقیناً اسکا باپ تھا۔ سلجوق خان یوسفزئی۔"

ٹی وی لاؤنج میں رکھے اس کانچ کے جار کو دیکھتے وہ شاکڈ سی کھڑی آنے والے افراد کو دیکھ رہی تھی۔ ہاتھ میں تھاما جار کب کا زمین پر ٹوٹ کر بکھر چکا تھا۔ مائدہ اور سلجوق کی نظریں بیک وقت اس کی جانب اٹھی تھیں اور پھر تھم سی گئیں۔

"آپ نے میرے بابا کو چھین لیا مس مائدہ۔" مائدہ کے کانوں میں سات سالہ بچی کے الفاظ گونجے۔وہ پہلی بار تھا جب پروانہ نے انہیں مس مائدہ کہا تھا،

"پری۔۔۔"سلجوق کے گلے میں گلٹی ابھری۔آنکھوں کے سامنے دھندلی سی نمی میں پروانہ کا عکس انکے سامنے تھا۔سفید شرٹ اور بلیو پلازو کے ساتھ بالوں کا ڈھیلا سا جوڑا کیے وہ کیجول سے ڈریس میں گل.پروانہ تھی۔سات سال کی تھی جب اسے دیکھا تھا اور اب وہ کتنی بڑی ہو گئی تھی۔

بے یقینی سی بے یقینی تھی۔پروانہ نے لب بھینچے سامنے کھڑے اس شخص کو دیکھا۔اور پھر اس عورت کو۔۔

(کیپٹن بیا جسنے اپنی بہن کے شوہر سے چھپ کر افیئر رکھا تھا۔وہ اسکی سگی خالہ تھی۔)

آنکھوں سے گرم سیال خود ہی گالوں پر ٹپکنے لگا۔اگلے ہی پل کسی غیر ارادی طور پر اسکا قدم بڑھا تھا۔اور اسکے ساتھ ہی اسنے چیخ کا گلا گھونٹا۔سلجوق نے اسکی جانب بڑھنا چاہا تھا۔مگر اس سے پہلے ہی حومایل بھاگ کر اس تک پہنچا اور اسے زمین بوس ہونے سے بچاتے بازوں کے حصار میں لے لیا۔ٹوٹے جار کا کانچ اسکے پاؤں میں پیوست اسکا پاؤں بری

طرح ذخمی کر چکا تھا۔ سلجوق اور مائدہ بھی تیزی سے اسکی جانب بڑھے تھے۔احتیاط سے اسے صوفے پر بیٹھاتے وہ اسکے قدموں میں پنجوں کے بل بیٹھا اسکے پاؤں کو جانچ رہا تھا۔خون مسلسل رس رہا تھا،لب ایک دوسرے میں پیوست کیے وہ درد کو برداشت کرتی بلکل رونا نہیں چاہتی تھی۔ مگر پھر پاؤں کے ذخم کا بہانہ کرتی وہ آنسوؤں کو بہہ دینے کی آزادی دے چکی،اس وقت پاؤں کے ساتھ کچھ اور تکلیفیں بھی وابستہ تھیں۔ان آنسوؤں کا راز وہاں بیٹھا ہر انجان بنا شخص جانتا تھا

"ماہم جلدی سے فرسٹ ایڈ باکس لاؤ،"آواز دینے والی مائدہ تھی،جو یقیناً اسکے لیے فکر مند تھی،گل پروانہ نے نم پلکوں کا باڑھ اٹھاتے انہیں دیکھا۔اور پھر حومایل کو۔

کتنے حق سے وہ اسکے باپ کے سامنے اسے بنا جھجھکے تھام چکا تھا۔یقیناً وہی حومایل مصطفیٰ تھا۔اتنا بھروسہ اسکا باپ صرف اسی شخص پر کر سکتا تھا،

www.novelsclubb.com

مگر وہ حومایل تھا؟ کیا واقعی؟ وہ کیڑا جسکی سوکھی ٹانگوں کا وہ مزاق اڑاتی تھی۔وہ ان پڑھ جسکو الف،ب بھی نہیں آتی تھی۔وہ اتنا گریس فل اور لمبا اونچا مضبوط مرد۔انہوں۔۔اسے جیسے یقین نہ آیا۔

"اوکے تین تک گنوں گا۔کانچ گہرا ہے نکالنا پڑے گا۔اوکے۔" کہتے ہوئے آخر میں اپنا ایکسرے کرتی گل پروانہ کو دیکھا تو وہ بھی گڑبڑا گئ۔اور اس سے پہلے سمجھ سکتی اسنے ایک دو اور تین کہتے ہی کھینچ کر اسکا کانچ نکال دیا تھا۔بے اختیار اسکے منہ سے چیخ نکلی۔جبکہ کسی کا ہاتھ تھامتے اسنے آنکھیں میچ لی تھیں۔اور پھر حومایل نے اسکی پٹی کی۔آس پاس سب ہی فکر مند تھے۔اسنے حومایل اور پھر مائدہ اور ماہم سے نظریں ہٹاتے اس شخص کو تلاشا تو نظریں اس مضبوط ہاتھ ہر پڑی جسکو اسنے کب کا تھاما تھا۔وہ سلجوق تھا،جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔اسنے یک دم ہاتھ کھینچ لیا۔

"کیسی ہو۔"

"بڑی ہو گئیں ہوں۔" باپ کے سوال کا جواب دیتے وہ ناچاہتے ہوئے بھی تلخ ہوئ۔مائدہ نے بے چینی سے پہلو بدلہ۔جبکہ حومایل کے چہرے پر ناگواریت چھائی تھی،ماہم کے سامنے وہ چاروں ہی کچھ کہنا نہیں چاہتے تھے۔

"آنی۔ڈیڈ آپ دونوں تھک گئے ہونگے آرام کر لیں۔باقی باتیں بعد میں ڈسکس کریں گیں۔" وہ نہیں چاہتا تھا کہ پروانہ کی باتیں مزید آنی یا ڈیڈ کو ہرٹ کریں اور اس وقت یہی

بہتر تھا کہ وہ لوگ آپس میں کوئی بات نہ ہی کریں اس لیے ناچاہتے ہوئے بھی وہ دونوں اٹھ کر کمرے کی جانب بڑھ گئے جبکہ پیچھے حومایل نے اسے دیکھا۔

"انسان بن جاؤ،" ماہم کی موجودگی میں ہی وہ اسکے قریب بیٹھتے ہلکے پھلکے لہجے میں بولا تھا، جیسے ماضی میں اسکا گہرا دوست رہا ہو، ماہم مائدہ لوگوں کے پیچھے بڑھی۔

"تم کیڑے مجھے مت سیکھاؤ" منہ پھاڑ کر طنز آیا تھا، حومایل مسکرایا، وہ آج بھی نہیں بدلی تھی۔ وہی نک چڑی اور مغرور،

"کیڑا نہیں ہو میں، میں حومایل ہوں۔" بچپن کی طرح سادھا سا لہجے میں احتجاج آیا تھا۔ گل. پروانہ نے اسے دیکھا۔ وہ سنجیدہ تھا۔ اسنے جھرجھری لی۔

اللہ جی تو کیا اسے حومایل کی سنجیدگی سے ڈر لگا تھا؟ نہیں۔ یہ اسکی غیرت پر بات تھی، وہ اس سے نہیں ڈرتی تھی۔

www.novelsclubb.com

"مجھے کمرے میں جانا ہے۔" بینڈج والے پاؤں کو دیکھتی وہ بے بسی سے بولی۔ تو گویا بلبل کو کیڑے سے مدد لینی ہی پڑی تھی۔ حومایل نے اسے کن اکھیوں سے دیکھا، اور پھر خاموشی سے اسکو سہارا دیتے سیڑھیوں کی جانب چل پڑا تھا،

.....

ملگجے اندھیرے میں منظر ایک تہہ خانے کا تھا۔ بڑے سے تہہ خانے میں روشنی کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ سوائے اس پیلے بلب کے جو کہ اس گھپ اندھیرے میں بمشکل دیکھنے کے قابل بنا رہا تھا۔ گٹھڑی نما وجود فرش پر اوندھے منہ پڑا تھا۔ رسیوں میں جکڑے ہاتھ پیچھے کو موڑ کر کمر کے ساتھ بندھے تھے۔ جبکہ سیاہ ماتھے پر زخم کا نشان تھا۔ زخم کا خون جم گیا تھا۔ جو کہ اس بات کا گواہ تھا کہ زخم کو کافی وقت ہو چکا تھا۔ سیاہ گرد میں اٹی پلکوں پر نمی تھی۔ وہ بے ہوشی میں بھی روتا رہا تھا شاید۔ جبکہ سیاہ بال ماتھے پر پسینے کے باعث چپک چکے تھے۔

پسینے کی بوند نے بالوں سے کنپٹی اور پھر لبوں تک کا سفر کیا۔ ہونٹوں پر کچھ نمکین سی نمی محسوس کرتے وہ کسمسایا۔ پلکوں میں جنبش ہوئی۔ سیاہ جینز اور سفید جو گرز حرکت میں آئے تھے۔ مگر پھر سکوت ہو گیا۔ اسنے بمشکل آنکھیں کھول کر اندھیرے میں کچھ بوجھنا چاہا تھا۔ آنکھیں بیدار تھیں۔ مگر دماغ پر ایک بوجھ تھا۔ آنکھوں پر وزن محسوس کرتا وہ ابھی بھی دوا کے زیر اثر تھا۔ بے ہوشی پوری طرح نہیں چھٹی تھی۔

کچھ دیر لگی تھی اسے مکمل طور پر ہوش میں آنے میں۔اسے اب احساس ہوا تھا اسکے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ بمشکل کروٹ بدلتے وہ اٹھ کر بیٹھا۔پورے جسم میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔جانے وہ کون سی جگہ تھی اور وہ کہاں تھا؟

وہ خوفزدہ نہیں تھا۔ مگر اسے درد ہو رہا تھا۔ جس سے اسکے اعصاب پر ایک بوجھ دھرا تھا۔اسنے جھٹکے سے اپنے ہاتھوں کو کھولنا چاہا۔ مگر بے سود۔ سفید شوز کو دیکھا۔ حومایل اسے ڈھونڈنے والا ہو گا۔اس سب عرصے میں پہلا خیال تھا جس نے اسے سکون پہنچایا تھا۔وہ ہلک کے بل چیخا۔

"کوئی ہے؟ کھولو مجھے۔" اسکی چیخ واپس اس تک ہی آ رہی تھی جو اس بات کی گواہ تھی کہ وہ اس بڑے سے ہال میں اکیلا ہے۔

" نظر اس سرخ نکتوں پر ٹکی جس سے اس نے اندازہ لگایا کہ وہ کوئی کیمرہ ہو سکتا تھا۔تو شاید وہ اسے دیکھ رہے تھے۔اسنے آنسوؤں کو کہیں اندر ہی دباڈالا۔وہ انکے سامنے کمزور نہیں بنے گا۔تہیہ کرتے اسنے دوبارہ ہاتھوں کو کھولنے کی کوشش جاری کی تھی۔ مگر کوئی فائدہ نظر نہیں آ رہا تھا۔بے بسی اور غصہ۔

بھوک کے احساس نے اسے مزید غصہ دلایا۔اگر اسکے ہاتھ بندھے نہ ہوتے تو وہ ساری دنیا کو آگ لگانے کا اہتمام کرتا۔وہ سوچ کر لب بھینچ گیا

کیمرے میں اسکی ہر حرکت نوٹ کرتے قہقہے ہی قہقہے تھے۔وہ جو کوئی بھی تھا پاگلوں کی طرح ہنس رہا تھا۔تب ہی اچانک اندر کوئی داخل ہوا۔

"باس لگتا ہے۔کوئی خوشی کی خبر ہے۔"بغور کمپیوٹر کی سکرین پر اس بچے کی جدوجہد دیکھتے اسکے نوکر نے اس سے کہا تھا۔

"اب تم جتنا جلدی ہو کام مکمل کرو۔میجر حومایل کو مصروفیت مل گئی ہے۔وہ اب ہمارے کام میں ٹانگ نہیں اڑائے گا." تقی کو دیکھتے وہ جو کوئی بھی تھا خباثت سے بولا تھا۔وہ جانتا تھا کہ حومایل مصطفیٰ کے لیے میر تقی میر کیا اہمیت رکھتا ہے۔اسی لیے اسنے اپنے کام میں رکاوٹ نہ پیدا کرنے کے لیے تقی کو مہرہ بنایا تھا۔

www.novelsclubb.com

.....

"تم نے مجھ سے کیوں چھپایا سب۔"

اسے کمرے میں چھوڑ کر وہ واپس مڑا تھا جب اسنے اسے کہتے سنا۔ وہ رکا اور پھر مڑ کر اسے دیکھا۔

"کیونکہ میں خود بھی اصلیت سے ناواقف تھا۔" اسنے کہا تو پروانہ نے سر جھٹک دیا۔ حومایل نے اسکی چمکتی نوزر نگ کو دیکھا تھا۔ جانے دونوں کس حقیقت متعلق بات کر رہے تھے۔ کون جانے۔

" تقی میرا بھائی ہے؟" اب کی بار سوال پر اسنے محض اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اور وہ لڑکی۔۔ماہم؟؟" دوسرا سوال آیا۔

"وہ دوست ہے میری۔ اور تقی کی بھی۔" پہلا حصہ کہہ کر اسنے اسے دیکھا تھا اور پھر اسکی نظروں پر جانے کیوں دوسرا القمہ جوڑا۔ یقیناً وہ صرف حومایل کی دوست نہیں تھی۔ پروانہ کو معلوم ہونا چاہیے۔

www.novelsclubb.com

"کب سے گھم ہے وہ؟"

"آج تیسرا دن ہے۔"

"تو میجر حومایل اور میجر دشاب دونوں مل کر بھی میرے بھائی کو نہیں ڈھونڈ سکے۔" وہ جیسے ناراض ہوئی۔ حومایل خاموش رہا۔

"اس چپ سے لوکیشن نہیں ملی کیا؟" سپاٹ چہرے سے وہ سوال کرتی اور جواب پر اگلا سوال آجاتا۔ حومایل یوں ہی اسکے سامنے کھڑا کسی مجرم کی طرح جواب دے رہا تھا۔ سر جھکائے، سیاہ شوز سے کارپٹ کو کریدتے، دونوں ہاتھ پیچھے کمر پر باندھے۔۔۔

نہیں۔ وہ چپ آف ہے۔ شوز کے لیسز میں ایک بٹن ہے جس سے وہ آن اور آف ہو جاتی ہے۔ وہ سینسٹو سا ہے، دباؤ پڑنے پر کہیں جہاز میں ہی وہ بٹن دب گیا اور چپ آف ہو گئی۔ اسلیے لوکیشن ملنا ناممکن ہے۔" اسنے حقیقت سے آگاہ کیا۔ وہ حقیقت جو وہ خود بھی نہی سمجھنا چاہتا تھا۔ وہ آخری زریعہ تھی تقی تک پہنچنے کا۔ جواب ختم ہو چکا تھا،

"پری پلیز تم اسے ڈھونڈ لو۔ دشاب تمہارے ساتھ ہو گا۔ مگر میں نہیں ہو پاؤں گا۔ مجھے کچھ اور معاملات دیکھنے ہیں۔ مجھے تم پر بھروسہ ہے۔" حومایل کی بات پر آبرو اٹھاتی وہ اپنے زخمی پاؤں کو دیکھتی رہ گئی۔

"اپنی اس دوست کو کہو اگر اسنے ستی سوتری کا رول نبھاتے ہوئے کچن سمیٹ لیا ہو۔ تو اپنے سگھڑاپے سے بریک لے لے۔ اور مجھ سے آکر ملے۔ مجھے اس سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔" وہ باقاعدہ چہرے کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ ہاتھ نچاتے نچاتے بولی تھی۔ حومایل بس اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"تم اس سے آرام سے بات کرنا۔ اسے معلوم نہیں ہونا چاہیے تم اسے انویسٹیگیٹ کر رہی ہو۔" وہ جانتا تھا ماہم ڈری ہوئی ہے اور وہ گل. پروانہ جیسی بلکل نہیں تھی۔ البتہ اسے ماہم کے لیے فجر کافی مہنگی پڑی تھی کیونکہ جانے کیوں مگر پروانہ نے پاس پڑا تکیہ زور سے اسکے منہ پر مارا تھا۔ بمشکل خود کو بچاتے اسنے تکیے کو کیچ کیا۔ اور پھر حیرت سے اسکاری ایکشن ملاحظہ کیا۔ اب یہ کیوں مارا گیا تھا؟ وہ حیران ہوا۔ مگر گل پروانہ سے سوال کرنا اس نے نہیں سیکھا تھا۔ جو وہ کرتی تھی وہ اسے قبول کرتا آیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"اپنی تمام تر اچھائی کے ساتھ یہاں سے نکل جاؤ حومایل مصطفیٰ۔ مجھے اب آرام کرنا ہے۔" کرآؤن سے ٹیک لگاتے وہ آنکھیں موندتے بولی تو وہ بھی تکیہ سائیڈ پر رکھتے باہر نکل گیا۔

"ایڈیٹ، پاگل، گونگا،" بچپن کے سارے القابات اسے یاد آرہے تھے۔

"بری اور بہت بری۔" ہاں حومایل اسے بس انہیں دو لفظوں سے یاد کرتا تھا

www.novelsclubb.com